© rasailojaraid.com

خصوصی تجزیہ

نفاذِ شریعت ایکٹ پر اعتراضات کا
---- ایک علمی محاکمہ ----

پروفیسر خورشید احمد

قسط (۴)

اسلامی ریاست، نفاذِ شریعت اور قائد اعظمؒ

آخر میں ہم قائد اعظمؒ، اسلامی قانون و ریاست اور تھیوکریسی کے بارے میں کچھ گزارشات کرنا چاہتے ہیں، ان امور پر انگریزی اخبارات و رسائل اور خود پارلیمنٹ کی بحث میں چند ارکان نے بہت کچھ زہر اگلا ہے اور ایسے دعوے کیے گئے ہیں جن کا ذکر ضروری ہے۔

اس سلسلہ میں پہلی بات تو یہ کہی گئی ہے کہ قائد اعظمؒ اسلامی ریاست کے قیام کے مخالف تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ پاکستان کو ایک سیکولر ریاست بنایا جائے جب کہ شریعت کی بالادستی کی بات ہی کبھی نہیں کی، بلکہ وہ تھیوکریسی یعنی اسلامی ریاست کے مخالف تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ پاکستان کو ایک سیکولر ریاست بنایا جائے جب کہ شریعت ایکٹ اسے ایک "تھیوکریسی" میں تبدیل کر دے گا۔

یہ بات صرف وہی افراد کہہ سکتے ہیں جو یا تو قائد اعظمؒ کے افکار و اعلانات اور ان وعدوں سے واقف نہیں جو انھوں نے ۱۹۴۰ء سے لے کر اپنے آخری خطاب جولائی ۱۹۴۹ء تک قوم سے بار بار کیے۔ یا پھر وہ قائد اعظمؒ کے نام پر لوگوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں، خود قائد اعظمؒ پر دوغلے پن اور دھوکہ دہی کا الزام لگانا چاہتے ہیں۔

قائد اعظمؒ نے مارچ ۱۹۴۱ء میں فرمایا:

"ہندوستان کی تقسیم اس لیے ضروری ہے کہ دونوں قومیں اپنے اپنے مزاج و مذاق کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مطابق معیشت، معاشرت، ثقافت اور سیاحت میں آزادانہ طور پر زیادہ سے زیادہ ترقی کر سکیں۔ یہ ساری جدوجہد اس لیے ہے کہ اس کے پورے پورے مواقع حاصل ہوں اور مسلمان اپنے قومی عزائم کو بروئے کار لا سکیں۔ ہم جس اہم نزاع میں مبتلا ہیں وہ صرف مادی فوائد کے لیے نہیں بلکہ فی الحقیقت مسلم قوم کی روح کی بقاء کے لیے ہے۔"

مارچ ۱۹۴۴ء میں آپ نے فرمایا۔ "ہمارا یہ اعتقاد ہے اور ہم اس کے مضبوطی سے قائل ہیں کہ ہندو اور مسلمان قومیت کے ہر تصور اور معیار کی رو سے دو قومیں ہیں۔ ہم دس کروڑ (مسلمان) ایک طرف ہیں، جو اپنی تہذیب، اپنی ثقافت، زبان ادب، طبعی صلاحیتوں اور امنگوں کے اعتبار سے ایک قوم ہیں۔ مختصر یہ کہ زندگی کے متعلق ہمارا ایک امتیازی نظریہ اور تصور ہے، اور قومیت کے ہر بین الاقوامی معیار کی رو سے ہم ایک قوم ہیں۔"

جون ۱۹۴۵ء میں قائد اعظمؒ نے فرمایا،

"پاکستان کا منشاء و مقصد صرف آزادی و خود مختاری ہی نہیں بلکہ اسلامی نظریہ ہے، جو ایک بیش بہا عطیے و خزانے کی حیثیت سے ہم تک پہنچا ہے۔ جسے ہمیں قائم و برقرار رکھنا ہے۔ اور جس کی بابت ہمیں توقع ہے کہ دوسرے بھی اس سے متمتع ہوں گے۔"

نومبر ۱۹۴۵ء میں کہا،

"مسلمان پاکستان کا مطالبہ کرتے ہیں تاکہ وہ اپنے ضابطۂ حیات، اپنی روایات اور اسلامی قوانین کے مطابق حکومت کر سکیں۔ ہمارا مذہب، ہمارا کلچر اور ہمارے اسلامی نظریات ہی وہ محرکات ہیں جو ہمیں خود مختاری حاصل کرنے کے لیے آگے بڑھاتے ہیں۔"

اور صاف الفاظ میں اسلامی قوانین کے نفاذ کی بات دسمبر ۱۹۴۵ء میں اس طرح کی،

"لیگ اس بات کی دعویدار ہے کہ ہندوستان کے ان علاقوں میں جہاں مسلمان تعداد کے لحاظ سے اکثریت میں ہیں ایسی مملکت قائم کریں جہاں وہ اسلامی قوانین کے تحت حکومت کر سکیں۔"

کیا کوئی صاحبِ عقل سمجھ سکتا ہے کہ محض تقسیم ملک سے یہ سارے اختلافات اور مسلمانوں کی یہ ساری خصوصیات یک سر ختم ہو گئیں۔ ایک اور آسمانی انقلاب کے ذریعہ وہی قوم چشم زدن میں وطنی قومیت کی علمبردار بن گئی؟ یہی وجہ ہے کہ تقسیم کے بعد قائد اعظمؒ نے صاف الفاظ میں کہا:

"پاکستان کا قیام جس کے لیے ہم دس سال سے کوشاں تھے، بفضلہ تعالیٰ اب ایک زندہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حقیقت ہے۔ لیکن خود اپنی مملکت کا قیام ہمارے مقصد کا صرف ایک ذریعہ تھا اصل مقصد نہیں تھا۔ اصل مقصد یہ تھا کہ ایک ایسی مملکت قائم ہو جہاں ہم آزاد انسانوں کی طرح رہیں جس کو ہم اپنے مزاج اور اپنی ثقافت کے مطابق ترقی دیں اور جس میں اسلامی عدل اجتماعی کے اصول آزادی کے ساتھ نافذ و جاری ہوں"۔ (اکتوبر ۱۹۴۷ء)

"صرف یہی نہیں کہ ہم میں سے اکثر مسلمان ہیں ' بلکہ ہماری اپنی تاریخ ہے ' اپنے رسم و رواج ہیں ' اپنی روایات ہیں ' اپنا اندازِ فکر ہے ' اور اپنا ایک مخصوص رجحان ہے ' جس سے احساسِ قومیت پیدا ہوتا ہے۔ ہماری تمنا ہے کہ ہم سکون کے ساتھ اپنے انداز پر مستقبل کی صورت گری کریں اور دنیا کے معاملات میں اپنے حق کے مطابق حصہ لیں"۔ (فروری ۱۹۴۸ء)

مارچ ۱۹۴۸ء میں کہا کہ

"پاکستان مسلم قوم کے اتحاد کا مظہر ہے اور اس کی یہی حیثیت باقی رہنی چاہیے ' اور بحیثیت سچے مسلمان کے ہمیں پوری طرح اس اتحاد کی حفاظت کرنی چاہیے ' اسے قائم و برقرار رکھنا چاہیے۔"

اور فروری ۱۹۴۸ء میں بڑے واشگاف انداز میں میلاد النبیؐ کے موقع پر اپنے اس عزم کا اظہار فرمایا':

"اس سکیم کو پیش کرنے میں ایک بنیادی اصول میرے پیش نظر تھا۔ یعنی اسلامی جمہوریت کا اصول۔ میرا یہ ایمان ہے کہ ہماری نجات اسی میں مضمر ہے کہ ہم ان بیش بہا اصولوں کی پیروی کریں جو ہمارے عظیم المرتبت قانون دہندہ (Law Giver) پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے وضع کیے تھے۔ آیئے ہم اپنی جمہوریہ کی اساس سچے اسلامی تصورات اور اصولوں پر قائم کریں۔ ہمارے اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اپنے امور حکومت باہمی مشورے سے طے کیا کریں۔"

یہ تھا قائد اعظمؒ کا تصورِ پاکستان۔ اور یہی وہ تصور پاکستان ہے جس کی دعوت پر مسلمانوں نے لبیک کہا اور ہر قسم کی قربانی دے کر اس ملک کو حاصل کیا۔ سات سال تک مسلمانوں نے شب و روز اس مقصد کے لیے کوشش کی۔ ہزاروں انسانوں نے اپنی جانیں اس کی راہ میں نذر کر دیں۔ لاکھوں انسانوں نے گھربار لٹا دیا اور اپنے وطن تک کو چھوڑ دیا۔ ہزاروں عورتوں نے اس کی قیمت اپنی عصمت کی بربادی کی شکل میں ادا کی۔ اور یہ سب کچھ صرف ایک مقصد کے لیے تھا۔ یعنی اسلامی ریاست کا قیام۔ اسی تصور کو قائد اعظمؒ نے پیش کیا اور آخر وقت تک وہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی کے لیے کوشاں رہے ۔ قائد اعظم ؒ کو لادینی تصور ریاست کا علمبردار قرار دینا اس صدی کا سب سے بڑا جھوٹ اور قائد مرحوم پر سب سے زیادہ شرمناک حملہ اور بہتان ہے۔

جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ عین صبح تقسیم قائد اعظم ؒ لادینی ریاست کے ہم نوا ہو گئے تھے وہ قائد اعظم ؒ پر بڑے گھناؤنے الزام عائد کرتے ہیں ۔ اس لئے کہ ان کا یہ دعویٰ دو ہی صورتوں میں درست ہو سکتا ہے یعنی :

(ا) یا تو (خدا نخواستہ) قائد اعظم منافق ' جھوٹے اور ابن الوقت تھے کہ ایک مہم میں کامیاب ہونے کے لیے مسلمانوں کو دھوکا دیا ' ان سے جھوٹے وعدے کیے اور جب اس مقصد میں کامیابی ہو گئی ' تو پہلے ہی دن ' بلکہ ۱۴ اگست کو زمام اقتدار سنبھالنے سے بھی ۳ دن پہلے ہی ' اپنے وعدوں سے مکر گئے اور جس اصول کی خاطر اپنی ساری قوت صرف کی تھی کامیابی کی پہلی ہی جھلک پر اسے اپنے ہی ہاتھوں دفن کر دیا ـــــــ اور یہ وہ بات ہے جو قائد اعظم ؒ کے بڑے سے بڑے مخالف بھی ان کے متعلق نہیں کہہ سکے ۔ اس لیے کہ وہ ایک با اصول انسان تھے ' اور جو بات وہ زبان سے کہا کرتے تھے وہی ان کے دل میں ہوا کرتی تھی ' محض مقصد براری کے لیے انہوں نے کبھی دوسروں کو نہ غلط فہمی میں رکھا اور نہ دھوکا دیا۔

(ب) یا پھر قائد اعظم ؒ ذہنی انتشار اور فکری ژولیدگی میں مبتلا تھے ' اور متضاد باتیں کہنے کے عادی تھے ۔ کبھی لادینیت کی ہمنوائی کرتے تھے اور کبھی اسلامی ریاست کی علمبرداری ـــــــ اور یہ بھی ایک ایسی بات ہے جو قائد اعظم ؒ کے دشمن بھی ان کے متعلق نہیں کہہ سکتے۔ لیکن افسوس ہے کہ آج کچھ ایسے افراد بھی ہیں جو اپنے آپ کو قائد اعظم ؒ کا پیرو کہتے ہیں ' جو اس جماعت سے وابستگی کا دعویٰ کرتے ہیں جس نے قائد اعظم ؒ کی قیادت میں پاکستان کی منزل سر کی تھی ' لیکن قائد اعظم ؒ کے افکار کی جو تعبیر وہ پیش کر رہے ہیں اس سے بڑی زیادتی قائد مرحوم کے ساتھ نہیں کی جا سکتی ۔ یہ لوگ ان کی طرف وہ باتیں منسوب کر رہے ہیں جن سے قائد کی تصویر ہی بگڑ جاتی ہے ' اور ان کی ساری عظمت خاک میں مل جاتی ہے ۔ اس سے بڑی زیادتی قائد اعظم ؒ کے ساتھ اور کیا ہو سکتی ہے ؟ اس سے زیادہ بُرا خراج ان کو اور کونسا پیش کیا جا سکتا ہے ؟ ان کو بدنام کرنے اور ان کی سیرت کو داغدار بنانے کا اس سے کامیاب حربہ اور کونسا ہو سکتا ہے ؟ مسلمانوں کی نگاہوں میں ان کی وقعت و عظمت کو گرانے کا اس سے بدتر طریقہ اور کون سا ہو سکتا ہے ؟ آج قائد اعظم ؒ کی روح شدید کرب میں مبتلا ہے اور زبان حال سے گویا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ!

لیکن ایک بنیادی سوال ضرور غور طلب ہے۔ یعنی قائد اعظم ؒ کی ۱۱/ اگست ۱۹۴۷ء والی تقریر کا منشا کیا تھا؟ اس کے متعلق ہماری معروضات یہ ہیں۔

۱۔ وہ تقریر جس فضا میں کی گئی اسے نظر انداز کر کے اسے سمجھا ہی نہیں جا سکتا۔ اگست ۱۹۴۷ء کا مہینہ شدید کشت و خون کا مہینہ تھا۔ ہر طرف قتل و غارت گری کا بازار گرم تھا۔ ہندوستان میں مسلمان خون میں نہلائے جا رہے تھے۔ پاکستان میں بھی نا سمجھ عناصر ہندوؤں کے ظلم کا بدلہ یہاں کے غیر مسلموں سے لے رہے تھے۔ فضا میں تکدر اور بڑا شدید کھچاؤ تھا۔ ایسے موقعہ پر اعتماد کی فضا کو بحال کرنے کے لیے قائد اعظم ؒ نے اقلیتوں کو آزادی اور حفاظت کی ضمانت دی' اور کہا کہ مذہب کے اختلافات کی بناء پر ان سے کوئی امتیاز نہیں برتا جائے گا اور ان کے جائز حقوق ان کو ہر حالت میں دیئے جائیں گے۔ اور یہ بات مخصوص حالات کی بناء پر آپ نے ایک خاص اہمیت کے ساتھ کہی۔ بلکہ اس خاص پس منظر میں مبالغہ ہوتا تو وہ بھی قابلِ فہم ہوتا۔

۲۔ دوسری بڑی بنیادی بات یہ ہے کہ آپ نے ساری اہمیت اس بات کو دی کہ مسلمان' عیسائی اور ہندو برابر کے شہری ہوں گے۔ برابر کے شہری ہونے سے یہ بات ہرگز لازم نہیں آتی کہ ریاست کا کوئی نظریہ نہیں ہو گا' یا یہ کہ اسلام کا رہنما اصول نہ ہو گا' اور ملک اور اس کا قانون اسلامی قانون نہ ہو گا۔ یہ بات محض "جدید مفسرین" کا اضافہ ہے۔ قائد اعظم ؒ نے یہ نہیں کہا تھا۔ علمِ سیاست کے طالب علم بھی اس بات سے واقف ہیں کہ شہریت اور چیز ہے' اور قومیت اور۔ نیز غیر مسلموں کے شہریت میں برابر کے شریک ہونے کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ اکثریت کی آئیڈیالوجی ہی پر خط تنسیخ پھیر دیا جائے گا۔

۳۔ اسی طرح یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ الفاظ "کاروبار سلطنت" (Business of the State) کے استعمال ہوئے ہیں' "نظریہ ریاست" Idealogy of the State " یا "اساس سلطنت" (Basis of State) کے نہیں۔ "کاروبار سلطنت" ایک انتظامی تصور ہے اور سیاق و سباق سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس سے مراد ریاست کا ایڈمنسٹریشن ہے نہ کہ اس کا مقصد' ــــــــــ نظریہ اور رہنمائی کے اصول' اس کی وضاحت ان کے اس جملے سے ہو جاتی ہے کہ "مذہبی امور دینی معنی میں نہیں' بلکہ صرف سیاسی مفہوم میں۔ یعنی ریاست کے عام شہریوں کی حیثیت سے (ان میں کوئی فرق نہ برتا جائے گا)"...... اس لیے جہاں تک خود اس تقریر کے غیر متعصبانہ اور متعین معاملہ میں ان کی رائے کے اظہار کی حیثیت رکھتی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے۔

۴ - پھر ایک شخص کے خیالات کو کسی ایک اقتباس سے کبھی نہیں سمجھا جا سکتا۔ اس کی پوری فکر' اس کی تمام تصریحات کے پس منظر میں ان کی اس تقریر کا مطالعہ کیا جائے تو پھر کوئی غلط فہمی نہیں رہتی۔ تعبیر کی گمراہیاں پیدا ہی اس بناء پر ہوتی ہیں کہ صرف ایک پیراگراف کو مقرر کی عمومی فکر سے کاٹ کر دیکھا جاتا ہے اس طرح (غلط تعبیر) کا رونما ہونا بالکل فطری ہے۔ صحیح طریقہ یہی ہے کہ ایک شخص کی تمام فکر کو سامنے رکھیے اور پھر کوئی نتیجہ نکالیے' اگر کوئی شخص ایسا نہیں کرتا تو اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ وہ حق کا طالب نہیں بلکہ اپنے مخصوص نظریات کی خاطر دوسروں کے خیالات کا استحصال (Exploitation) کرنا چاہتا ہے اور قائد اعظم" تو بیچارے ایک انسان ہی ہیں' اس مکروہ مقصد کے لیے تو لوگ قرآن پاک تک کو نہیں چھوڑتے۔

"خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں"

بقیہ مطبوعات

سے پہلے اس مقالے کا ذکر کیا ہے جو ڈاکٹریٹ کے سلسلے میں طالب علمانہ ضرورت کے تحت ۱۹۰۵ اور ۱۹۰۸ کے درمیان لکھا گیا اور جس کا عنوان تھا "ایران میں مابعد الطبیعات کا ارتقا"۔ اسی پر علامہ کو ڈاکٹر آف لا کی ڈگری ملی۔ یہ مقالہ گویا ایک کتاب میں ثنویت' زرتشت' مزدک' ابن مسکویہ' بو علی سینا' اعتزال' یوسف البصیر' ابوہاشم' نظام' ابوالقاسم' تشکیک' اسمٰعیلیت' حروفیت' اشعریت' رازی' ابومنصور' ماتریدی' باقلانی' غزالی' فروغِ تصوف کے ۶ اسباب' اشراقیت' شیخ شہاب الدین سہروردی' الجیلی' ان سارے افراد اور مسائل اور موضوعات پر بہت اچھی معلومات سامنے آجاتی ہیں۔

پھر ڈاکٹر عبدالمغنی صاحب نے "اسلام میں مذہبی فکر کی تشکیل جدید" کے ایک ایک انگریزی خطبے کا مختصر مفہوم واضح کیا ہے بلکہ جہاں جہاں غلط اندیشیوں کے لیے کوئی رخنہ موجود تھا' وہاں بات صاف کر دی ہے۔

باتیں اور بھی ہیں مگر یہ نوٹ طویل ہو رہا ہے' لہٰذا کتاب کی جس حد تک تصویر کشی کی گئی ہے' وہ یہ احساس دلانے کے لیے کافی ہے کہ دنیائے اقبال شناسی میں اسے ایک اہم مقام حاصل ہونا چاہیے اور اساتذہ و طلبہ' صحافیوں اور ادیبوں اور علما اور دانشوروں کو اس کا بغور مطالعہ کرنا چاہیے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علامہ اقبالؒ ـــــــ شخصیت اور کارنامہ

سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ

(۱)

سب جانتے ہیں کہ اقبال نے یہی مغربی تعلیم حاصل کی تھی جو ہمارے نوجوان انگریزی یونیورسٹیوں میں حاصل کرتے ہیں۔ یہی تاریخ ' یہی ادب ' یہی اقتصادیات ' یہی سیاسیات ' یہی قانون اور یہی فلسفہ انہوں نے بھی پڑھا تھا اور ان فنون میں بھی وہ مبتدی نہ تھے بلکہ منتہی فارغ التحصیل تھے۔ خصوصاً" فلسفہ میں تو ان کو امامت کا مرتبہ حاصل تھا جس کا اعتراف موجودہ دور کے اکابر فلاسفر تک کر چکے ہیں۔ جس شراب کے دو چار گھونٹ پی کر بہت سے لوگ بہکنے لگتے ہیں یہ مرحوم اس کے سمندر پئے بیٹھا تھا۔ پھر مغرب اور اس کی تہذیب کو بھی اس نے محض ساحل پر سے نہیں دیکھا تھا' جس طرح ہمارے ۹۹ فیصدی نوجوان دیکھتے ہیں بلکہ وہ اس دریا میں غوطہ لگا کر تہ تک اتر چکا تھا' اور ان سب مرحلوں سے گزرا تھا جن میں پہنچ کر ہماری قوم کے ہزاروں نوجوان اپنے دین و ایمان ' اپنے اصول تہذیب و تمدن اور اپنے قومی اخلاق کے مبادی تک سے برگشتہ ہو جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ اپنی قومی زبان تک بولنے کے قابل نہیں رہتے۔

لیکن اس کے باوجود اس شخص کا حال کیسا تھا؟ مغربی تعلیم و تہذیب کے سمندر میں قدم رکھتے وقت وہ جتنا مسلمان تھا' اس کے منجدھار میں پہنچ کر اس سے زیادہ مسلمان پایا گیا۔ اس کی گہرائیوں میں جتنا اترتا گیا اتنا ہی زیادہ مسلمان ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ اس کی تہ میں جب پہنچا تو دنیا نے دیکھا کہ وہ قرآن میں گم ہو چکا ہے اور قرآن سے الگ اس کا کوئی فکری وجود باقی ہی نہیں رہا۔ وہ جو کچھ سوچتا تھا قرآن کے دماغ سے سوچتا تھا۔ جو کچھ دیکھتا تھا' قرآن کی نظر سے دیکھتا تھا۔ حقیقت اور قرآن اس کے نزدیک شے واحد تھے' اور اس شے واحد میں وہ اس طرح فنا ہو گیا تھا کہ اس کے دور کے علمائے دین میں بھی مجھے کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا جو فنائیت فی

© rasailojaraid.com